ملک تحقیقی اداروں میں اس کی قدر ہوگی لیکن ہمارے کتنے اساتذہ، کتنے طلبہ، کتنے اہل علم بوسنیا پر ٹی وی خبریں اور اخبارات میں سرخیاں دیکھنے سے زیادہ کی فرصت رکھتے ہیں؟ ضروری ہے کہ ہمارے ملک میں کھیل تماشوں کے بجائے، علمی سرگرمیوں کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔ عروج اور ترقی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ہمارے نوجوان اور بزرگ مطالعے کا ذوق پیدا کریں اور معاشرے میں علم و تحقیق کی قدر و منزلت ہو۔

(مسلم سجاد)

خرم مرادؒ حیات و خدمات: ترتیب و ادارت: مسلم سجاد، سلیم منصور خالد، حسن صہیب مراد، مظفر بیگ۔ ناشر: منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات: ۵۰۰۔ قیمت اعلیٰ مجلد: ۲۰۰ روپے، پیپر بیک: ۱۰۰ روپے۔

قیام پاکستان کے بعد تحریک اسلامی کو نئی نسل کے جو لوگ ہاتھ آئے، ان میں خرم مراد کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ ۱۹۴۸ میں اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک ہوئے اور جلد ہی اپنی ذہانت، صلاحیت اور دین سے لگاؤ کی بنا پر تحریک کے قائدین کی صف میں پہنچ گئے۔ دسمبر ۹۶ میں قلب کے آپریشن کے دوران ان کا انتقال ہو گیا۔ زیر نظر مجموعہ ان کے بھائی اور رفیق کار مسلم سجاد کی سربراہی میں ایک ٹیم نے مرتب کیا ہے۔

خرم مراد نے ایک غیر معمولی زندگی گزاری۔ کہنے کو انھوں نے ۶۳ سال کی عمر پائی لیکن ۳۴ سال کی عمر میں وہ قلب کے مریض ہو گئے اور پھر باقی ۲۹، ۳۰ سال انھوں نے اس مرض کے ساتھ لڑتے ہوئے زندگی گزاری۔ اس مرض نے ان کے جسم کو اسیر کر لیا تھا، لیکن ان کی روح صحت مند اور آزاد تھی۔ اس بیماری کے ساتھ انھوں نے ایک سیاسی جماعت اور ایک علمی ادارے کی سربراہی کی۔ رسالے کی ادارت کی، بچوں کے لیے کہانیاں لکھیں، انگریزی اور اردو میں کتابیں تصنیف کیں، اور ساتھ ہی ساتھ تحریک اسلامی کی متعدد ذمہ داریاں سنبھالیں۔ انھوں نے انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اپنے پیشے میں انتہائی بلندی پر پہنچے۔ انجینئر کی حیثیت سے بھی اور منتظم کی حیثیت سے بھی۔ یہ کام پوری توجہ چاہتا ہے۔ اس کے بعد کوئی شخص کسی اور کام کے لیے وقت نکالے، یہ بہت مشکل ہے لیکن خرم مراد نے تحریک اسلامی کی ذمہ داریاں اس طرح سنبھالیں کہ جیسے وہ یہ کام ہمہ وقتی طور پر کر رہے ہوں--- تیاری، غوروخوض اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ، اس منصوبہ بندی میں ان کی ذات بھی شامل تھی۔ انھوں نے اپنی کمزوریوں اور صلاحیتوں کا اندازہ لگایا، صلاحیتوں کو ابھارا اور کمزوریوں کی اصلاح کی۔ ان کی بعض ذاتی خصوصیات ایسی تھیں جنھیں معائب میں شمار کیا جاتا تھا، لیکن انھوں نے ان کو حسنات میں بدل ڈالا۔ کتاب میں کئی جگہ ان کی "ضد" کا ذکر ہوا ہے لیکن اس "ضد" کو انھوں نے استقامت میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ اپنی بیماری کے باوجود انھوں نے انتہائی ہمت اور پامردی کے ساتھ معمول کی زندگی گزاری۔ اور اس سے کہیں زیادہ متحرک اور فعال رہے جتنا کہ

عام صحت مند آدمی ہوتا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بار بار احساس ہوتا ہے کہ بیماری نے انھیں مضمحل اور دل شکستہ بنانے کی بجائے' ان کو مزید توانا اور فعال کر دیا' اس لحاظ سے کہ انھیں مستقل یہ احساس رہا کہ ان کے پاس بہت وقت نہیں ہے' لہٰذا جو کام کرنا ہے' اسے جلد از جلد نمٹا دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم ان کے کاموں پر نظر ڈالیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ اس قدر کام کیسے ممکن ہوا۔

اس کتاب میں جو پہلے ماہنامہ "آئین" کے ایک خاص نمبر کی حیثیت سے شائع ہوا تھا' چھوٹے بڑے تقریباً ساٹھ مضامین جمع کر دیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض مضامین خالص رسمی نوعیت کے ہیں' لیکن ساتھ ہی ساتھ بعض انتہائی پراثر مضامین بھی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں تو ان کی رفیقہ حیات کا مضمون ہے' لیکن رئیسہ عزیز صاحبہ کا مضمون بھی بہت خوب ہے۔ ان دونوں تحریروں میں خرم مراد کی زندگی کے ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے' جو نجی زندگی کا حصہ ہونے کی وجہ سے عام طور پر مخفی رہتے ہیں۔

حسن قاسم مراد کا مضمون سب سے ہٹ کر ہے' لیکن اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ حسن قاسم نہ صرف خرم مراد کے بھائی ہیں' بلکہ بعض معاملات میں ان سے مختلف آرا رکھتے ہیں جن کا اظہار انھوں نے نہایت ادب اور شائستگی سے کیا ہے۔

حسن قاسم کا مضمون اس لحاظ سے بھی نمایاں ہے کہ انھوں نے خرم مراد کی گہری تحریکی وابستگی کے ساتھ ساتھ ان فکری لہروں کا بھی ذکر کیا' جو عام لوگوں سے پوشیدہ رہیں۔

خرم مراد' پاکستان کی تحریک اسلامی میں اس لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتے تھے کہ انھوں نے تحریک کو کئی مختلف زاویوں سے دیکھا۔ وہ کراچی میں تحریک اسلامی کے ایک نوجوان کارکن کی حیثیت سے ابھرے اور پھر پورے پاکستان میں اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم اعلیٰ ہوئے۔ پھر مغرب کا پہلا تجربہ حاصل کیا۔ جلد ہی وہ مشرقی پاکستان چلے گئے۔ گئے بھی تو اس طرح کہ اس خطے کو پوری طرح اپنا لیا۔

اس وقت جبکہ ملک میں عصبیت کی آگ بھڑک چکی تھی۔ ڈھاکہ میں جماعت اسلامی کے ارکان نے انھیں اپنا امیر بنا لیا۔ انھوں نے اس خطے میں رشتے داریاں بھی قائم کر لیں۔ واپس آ کر وہ نسبتاً زیادہ عرصے کے لیے مغرب میں رہے اور پھر حتمی طور پر لاہور میں بس گئے۔ اس طرح انھیں تحریک اسلامی کو کم از کم چار اہم تناظر میں دیکھنے اور اس میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ میرے خیال میں یہ تجربہ کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ سوال ذہن میں ابھرا کہ خرم مراد جیسے ذہین لوگ جنھوں نے تحریک اسلامی کو ان مختلف تناظر اور مراحل میں دیکھا اور ہر موقع پر شریک کار رہے' وہ تحریک کی پالیسیوں کے بارے میں جو کچھ سوچتے تھے' وہ واضح طور پر کیوں سامنے نہیں آیا؟ اس بات کا ذکر کتاب میں کئی جگہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے سانحے سے پہلے ہی' ان کی فکر اس سلسلے میں بہت مختلف تھی۔ اسی طرح مارشل لا کے

زمانے میں حکومت سے تعاون کے بارے میں انھیں اختلاف رائے تھا کیا اچھا ہوتا کہ ان کے خیالات سامنے آتے' تاکہ تحریک کے کارکن اور اس کے ناقد دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے۔

اس کتاب سے اگر رسمی نوعیت کی تحریریں نکال دی جائیں اور کم از کم پچاس صفحات خرم مراد کی منتخب تحریروں کے نمونے جمع کر دیے جائیں اور ان کی تحریروں کی ایک فہرست شامل کر دی جائے تو کتاب کی وقعت میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ موجودہ شکل میں بھی اس کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا' اور اس کے مرتبین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (ظفر آفاق انصاری)

حکیم ہمدرد اور تنہا مسافر' مرتبہ: شیر افضل بری کوٹی۔ ناشر: مرکز علوم اسلامیہ' راحت آباد' پشاور۔ صفحات: ۲۵۸۔ قیمت: ۸۰ روپے۔

حکیم محمد سعید کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ انھوں نے پاکستان اور اہل پاکستان کی اصلاح احوال کے لیے مختلف شعبوں میں جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں' وہ ناقابل فراموش ہیں۔ اسی طرح مولانا راحت گل' صوبہ سرحد کی ایک معروف دینی اور علمی شخصیت ہیں۔ مرکز علوم اسلامیہ پشاور کے بانی ناظم' ایک درویش خدامست' جنھوں نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے زندگی بھر سعی پیہم جاری رکھی۔ وہ مولانا مودودیؒ کے قدردان اور جماعت اسلامی کے بہی خواہ اور موید ہیں۔ اپنے بقول: "جماعت اسلامی کے تنہا مسافر" (اس نام سے ان کی کتاب پر تبصرہ' دیکھیے: ترجمان القرآن نومبر ۱۹۹۶ء)۔ تنہا مسافر اور حکیم محمد سعید کے ایک مداح دوست شیر افضل خان بری کوٹی نے اپنے ممدوحین کا ایک دلچسپ تذکرہ مرتب کیا ہے۔ سرورق کے فوراً ہی بعد "حکیم ہمدرد" اور "تنہا مسافر" کی رنگین و دلکش تصویریں' اس کے بعد مرتب کا طویل مقدمہ جس میں زیادہ تر حکیم صاحب کی زندگی کے دلچسپ اور سبق آموز کوائف اور ان کی خدمات کی کچھ جھلکیاں۔ بعدہ' دونوں کی باہمی خط کتابت' وطن عزیز کی فلاح اور ترقی کے لیے مفید تجاویز پر مشتمل اول الذکر کی تقاریر' کچھ دانش وروں کے کلمات خیر اور آخر میں حکیم صاحب کی چند انگریزی تقاریر۔ تنہا مسافر کی نومبر ۹۵ کی ایک تقریر سے ایک مختصر اقتباس دیکھیے: "جب تک ہم خود غرض' ضمیر فروش' بے اصول اور منافق حکمرانوں کے چنگل سے آزاد نہیں ہوں گے' زوال کے گڑھے میں گرتے جائیں گے مگر اندھی قوم پھر بھی ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے زندہ باد کے نعرے لگا رہی ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔ آمین!" کتاب دلچسپ ہے اور معلومات افزا بھی۔ (رفیع الدین ہاشمی)